پروفیسر عذرا عابدی
Department of Sociology, Jamia Millia Islamia, New Delhi
سمیہ خان
Research Scholar, Department of Sociology, JMI, New Delhi

ہندوستان میں پسماندہ مسلمانوں کی صورت حال

تحریک، سیاست اور ریزرویشن کا ایک تنقیدی جائزہ

ملخص

ہمارا یہ مقالہ 'ہندوستان میں پسماندہ مسلمانوں کی صورتِ حال، تحریک، سیاست اور ریزرویشن کا ایک تنقیدی جائزہ' پیش کرتا ہے۔ اس مقالہ کو تحریر کرنے کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ قارئین پسماندہ مسلمانوں کی صورت حال اور شناخت سے جڑے مسائل سے واقف ہو سکیں۔ ذات ہندوستانی سماج کی ایک اہم خصوصیت ہے اور مسلمانوں میں بھی واضح طور پر ذات پات کا نظام تمام جنوبی ایشیا میں موجود ہے۔

یہ مقالہ اہل علم اور سماجی کارکنان اور ان کی تحریروں پر بھی روشنی ڈالتا ہے جنھوں نے یہ مشاہدہ کیا کہ مذہب اسلام جو مساوات کی بات کو آشکار کرتا ہے حقیقت میں مسلمان دوسری ثقافتوں اور تہذیبوں سے متاثر ہو کر ذات کے نظام کو پوری شدت کے ساتھ اپنی زندگی میں شامل کرتے ہیں۔ ذات کی بنیاد پر تقسیم کچھ لوگوں کو خصوصی مراعات عطا کرتی ہے جب کہ کچھ لوگ اس درجہ بندی میں نچلے پائیدان پر رکھے جاتے ہیں۔ یہ مقالہ انھیں نچلے پائیدان پر رہنے والے پسماندہ مسلمانوں کی عکاسی کرتا ہے۔

پسماندہ مسلمان اشراف ذات کے مقابلے میں اجلاف اور ارزال برادری سے تعلق

رکھنے والے لوگ ہیں۔ اس مقالہ کے ذریعہ نہ صرف پسماندہ مسلمانوں کی صورت حال کو بلکہ ان کے لیے جو تحریک شروع ہوئی ہے اور جو سیاست میں ان کی نمائندگی اور ریزرویشن سے جڑے سوالات ہیں ان کا بھی ایک تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کا بھی ذکر اس مقالہ میں کیا گیا ہے کہ مساوات کی حامی بھرنے والے مسلم گروہ کس طرح کا امتیازی سلوک پسماندہ مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ آخر میں کچھ اہم تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں تا کہ پسماندہ گروہ کی صورت حال کو بہتر بنایا جا سکے اور انھیں انصاف مل سکے۔

کلیدی الفاظ: پسماندہ گروہ، صورتِ حال، تفریق، ذات پات، سیاست، ریزرویشن

تعارف

ہندوستان میں ذات ایک برہمنی نظام ہے جس نے نہ صرف ہندو سماج کو تہہ و بالا کیا ہے بلکہ اس برائی سے پورا جنوبی ایشیا متاثر ہوا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ علاقائی اور ثقافتی تغیرات کے باوجود، اس خطے میں تمام مذہبی برادریوں میں ذات پات ایک مشترکہ خصوصیت کی حیثیت رکھتی ہے۔ دوسری طرف یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ہندوستان میں ذات، علم، طاقت، وسائل اور وقار کی تقسیم کے ساتھ کنٹرول کرنے میں بھی اپنا اہم کردار ادا کرتی ہے۔

ہندوستانی مسلمان بھی ذات کی بنیاد پر تقسیم کا شکار ہیں اور ان کے درمیان تین اہم ذاتوں کا جائزہ مفکرین اور سماجیات کے ماہرین نے لیا ہے جن میں اشراف، اجلاف اور ارزال نمایاں طور پر موجود رہی ہیں۔ ان کے علاوہ مسلمان بھی ہندوؤں کی طرح سیکڑوں برادریوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ذات کی اس درجہ بندی میں سب سے اوپر اشراف مسلمان ہیں جو اپنی اصل کا پتہ مغربی یا وسطی ایشیا سے تلاش کرتے ہیں۔ اشراف مسلمانوں میں سید، مغل اور پٹھان کو شامل کیا جاتا ہے لیکن ان سب میں سید برادری انتہائی قابل احترام تصور کی جاتی ہے اور ان کی حیثیت ہندوؤں میں تقریباً برہمن لوگوں سے ہم آہنگ ہے۔ اس سلسلہ میں دو اہم کتابیں جس میں پہلی کتاب علی انور کی 'مساوات کی جنگ' (2001) اور دوسری مسعود عالم فلاحی کی 'ہندوستان میں ذات پات اور مسلمان' (2007) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ دونوں اہم تحریریں خاص طور پر مسلم معاشرے میں رائج ذات پات کی بنیاد پر امتیازات کو بے نقاب کرنے میں

اہم کردارادا کرتی ہیں۔ان کتابوں نے ظاہر کیا کہ کس طرح اشراف طبقے نے سماج میں غلبہ حاصل کیا۔ان تحریروں سے اشراف مسلمانوں کی اسلامی تنظیموں اوراداروں میں ان کی زیادہ نمائندگی کے بارے میں بھی انکشاف ہوااور دوسری طرف اقلیتوں کے لیے حکومت کے زیرانتظام ادارے جیسے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، اردواکیڈمی وغیرہ میں بھی اشراف مسلمانوں کے غلبہ سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

مندرجہ بالا دونوں تحریریں ذات کی بنیاد پر مسلمانوں میں موجود ہیں نچلی ذات کے ساتھ امتیازی سلوک کی بہت سی پرتوں اور شکلوں کو بھی واضح کیا ہے۔ ہندوستان کے مسلم گروہوں میں ذات کی بنیاد پر شادی کا رواج، ایک دوسرے سے سماجی دوری، نچلی یا ماتحت ذات کے مسلمانوں کا مذاق اڑانا یا طعنہ دینا، علیحدہ قبرستان کا وجود، بعض علاقوں میں نماز کے دوران نچلی ذات کے مسلمانوں کو پچھلی صفوں میں کھڑے ہونے پر مجبور کرنا اور ارزال مسلمانوں کو دلت یا اچھوت سمجھنے کا رواج یہ وہ امتیازات ہیں جن کا سامنا پسماندہ مسلمانوں کو اکثر و بیشتر کرنا پڑتا ہے۔ پسماندہ مسلمانوں کو اگر تقسیم کیا جائے جیسا کہ کچھ تنظیموں جیسے کہ پسماندہ محاذ سے جڑے ہوئے کارکنان نے کیا تو ہمیں معلوم ہوگا کہ مسلمانوں میں ایک بڑی تعداد پسماندہ مسلمانوں کی ہے جن کے سماجی، تعلیمی اور معاشی مسائل کے ساتھ سیاسی نمائندگی پر بھی غور وغوض کرنے کی اہم ضرورت ہے۔ پسماندہ، دلت اور قبائلی برادریوں میں جولاہا (انصاری)، دھنیہ (منصوری)، کنجڑا، قصائی (قریشی)، فقیر (علوی)، حجام (سلمانی)، دھوبی (مواری)، گوالا (گھوسی)، لوہار بڑھئی (سیفی)، درزی (ادریسی)، مہتر (ہلاخور) وغیرہ شامل ہیں۔ یہ وہ پسماندہ مسلم گروہ ہیں جو اہم دھارے سے پیچھے رہ گئے ہیں لیکن اب یہ منظم ہوکر اپنی شناخت کے لیے آواز اٹھا رہے ہیں۔

لفظ پسماندہ کا مطلب فارسی زبان میں 'وہ لوگ جو پیچھے رہ گئے ہیں' ان کے لیے کیا جاتا ہے۔ ہندوستان کے سیاق میں یہ لفظ شودر اور اتی شودر یعنی دلت صفوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پسماندہ مسلم محاذ کے ذریعہ 1998 میں غالب اشرف مسلمانوں کے مخالف کردار کے طور پر اس کی ترجمانی کی گئی تھی۔ پسماندہ مسلم محاذ کو پٹنہ کے ایک او بی سی (OBC) مسلمان علی انور نے اعلیٰ طبقے کے مسلمانوں کے تعصّبات سے لڑنے کے لیے بنایا تھا۔ پسماندہ تحریک نے اس وقت توجہ حاصل کی جب 1979 میں منڈل کمیشن کی رپورٹ میں

دیگر پسماندہ طبقات کے لوگوں کے لیے 27 فیصد تحفظات کا اعلان کیا گیا۔ منڈل کمیشن جنوری 1979 میں مرارجی دیسائی حکومت نے سماجی یا تعلیمی طور پر پسماندہ طبقات کی نشاندہی کرنے کے لیے قائم کیا تاکہ ذات پات کے امتیاز کو دور کرنے کے مقصد سے لوگوں کے لیے سیٹ ریزرویشن اور کوٹہ کے سوال پر غور کیا جا سکے۔ اس سلسلہ میں پسماندگی کا تعین کرنے کے لیے گیارہ سماجی، اقتصادی اور تعلیمی نکات استعمال کیے گئے۔

پسماندہ ہندوستانی مسلمانوں میں سب سے زیادہ امتیازی گروہ ہیں۔ کل ہندوستانی مسلم آبادی کا 85% پر مشتمل، پسماندہ ہندوستان میں مسلم کمیونٹی کے اندر سیاسی طور پر سب سے کم نمائندگی کرنے والا گروہ بھی ہے۔ 2019 کے لوک سبھا انتخابات میں پسماندہ مسلمانوں کی نمائندگی کو لے کر سوالات اٹھ رہے ہیں۔ ایک تجزیہ کے مطابق، پہلی سے چودھویں لوک سبھا تک 7,500 منتخب نمائندوں میں سے 400 مسلمان تھے، جن میں سے 340 اشرف (اونچی ذات) برادری سے تھے۔ پسماندہ پس منظر سے تعلق رکھنے والے صرف 60 مسلمان چودہ لوک سبھا میں منتخب ہوئے ہیں۔ 2011 کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان کی آبادی کا تقریباً 14.2 فیصد مسلمان ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ملک کی آبادی میں اشراف کا 2.1 فیصد حصہ ہوگا۔ لیکن لوک سبھا میں ان کی نمائندگی تقریباً 4.5 فیصد تھی۔ دوسری طرف، آبادی میں پسماندہ کا حصہ تقریباً 11.4 فیصد تھا اور پھر بھی پارلیمنٹ میں ان کی نمائندگی محض 0.8 فیصد تھی۔

پسماندہ گروہ اور ان کی تحریک

پسماندہ تحریک شناخت کی سیاست نہیں بلکہ آزادی کا نظریہ ہے۔ یہ پسماندہ مسلمانوں کے درد والم کی تجرباتی حقیقت ہے۔ اکثر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں ذات پات کی بنیاد پر مسئلہ شناخت کی سیاست ہے، یہ شناخت نہیں ہے اگر یہ صرف شناخت کی سیاست تھی تو 1970 کے بعد جب غوث انصاری اور دیگر مفکرین نے بھی مسلمانوں میں تقسیم کا ذکر کیا جس سے ایک بحث چھڑ جاتی ہے اور ان کی قبولیت بھی تو شناختوں سے پسماندہ برادری کی تلاش پوری ہو جاتی۔ لیکن جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ شناخت کی سیاست نہیں ہے بلکہ ایک آزادانہ نظریہ ہے۔ یہ پسماندہ مسلمانوں کی دکھ درد بھری زندگی کا ایک حقیقی المیہ ہے۔ پسماندہ مسلمانوں کے اس درد اور تذلیل کی

سیاسی طور پر پہلی بار کانشی رام نے نمائندگی کی، وہ BAMCEF کو تصور کرتے ہوئے بجا طور پر 'تبدیل شدہ اقلیت' کا حوالہ دیتے ہیں۔ جسے آل انڈیا پسماندہ (ایس سی، ایس ٹی، او بی سی) اور اقلیتی برادریوں کے ملازمین فیڈریشن (BAMCEF) کے نام سے جانا جاتا ہے۔

BAMCEF، ہندوستان میں درج فہرست ذاتوں (SC)، درج فہرست قبائل (ST)، دیگر پسماندہ طبقات (OBC) اور اقلیتی برادریوں کے ملازمین کی ایک تنظیم ہے۔ BAMCEF کا نظریہ عدم مساوات کے نظام کے خلاف لڑنا ہے جو معاشرے کو درجہ بندی کی عدم مساوات کی بنیاد پر تقسیم کر رہا ہے۔ BAMCEF ہندوستانی مسلمانوں میں پسماندہ تحریک کا پیش خیمہ ہے۔ بنیادی طور پر، پسماندہ تحریک ذات/طبقاتی تحریک کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یہ پسماندہ مسلمانوں کے لیے طاقت کے ڈھانچے (کمیونٹی اور ریاست کے زیر کنٹرول دونوں) میں سماجی انصاف اور متناسب نمائندگی کے مسئلے کو اٹھاتا ہے، یہ خاص طور پر مسلم معاشرے اور ہندوستانی ریاست اور معاشرے کی جمہوریت کو تیز کرنے کا باعث بنتا ہے۔ (انصاری، خالد: 2009)۔

پسماندہ سیاست اور ریزرویشن:

ہندوستان کے مختلف حصوں سے تعلق رکھنے والے مختلف مسلم پسماندہ ذاتوں (او بی سی اور دلت) سے تعلق رکھنے والے کارکن اور علمبرداران اجتماعات کو متاثر کرنے والے مسائل پر اپنی آواز اٹھاتے ہیں اور اپنی فکر کا بھی احساس کراتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ پسماندہ مسلمان دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر زیادہ تر ہندوستانی مسلم آبادی کو تشکیل دیں۔ ممبئی میں مقیم ممتاز اسلامی محقق اصغر علی انجینئر کا دعویٰ ہے کہ ہندوستانی مسلم معاشرہ مختلف مقامات اور نسلی گروہوں پر منحصر ہے۔ مسلمان ایک پر اعتماد گروپ ہو سکتے ہیں، لیکن سماجی لحاظ سے ہم یکساں نہیں ہیں۔ وہ مختلف ترتیبوں میں الگ تھلگ ہیں، اور ہندوستان میں مختلف درجہ کے اجتماعات میں بھی۔ اس کے بعد انہیں ایک تنہا اکائی کے طور پر لینا اور ان کے اندرونی تضادات سے انکار کرنا صرف انہیں برقرار رکھے گا اور اس کے علاوہ کم تر اندازی کے ڈھانچے کو مضبوط کرے گا۔ انھوں نے بنیادی طور پر اعلیٰ پوزیشن والے مسلم نمائندوں کا جائزہ لیا، جو اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ 'نیچے کے پائیدان پر کھڑے مسلم لوگوں کے مسائل کو اٹھانا مسلمانوں کو الگ تھلگ کرنے کی سیاست کے خلاف ہے اور وہ اسے 'غیر اسلامی' سمجھتے ہیں کیونکہ اسلام میں ذات کی بنیاد پر تفریق کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ (انجینئر: 2001)

کرشنن جو پسماندہ طبقاتی کمیشن کے سابق چیئرمین ہیں انھوں نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ پسماندہ گروہ صرف ایک اسٹیبلشمنٹ کے برخلاف ایک ہنرمند ہندوستانی گروہ ہے۔انہوں نے دعویٰ کیا کہ کسی مسلمان یا عیسائی او بی سی کے غیر ہندو اعتماد کے ساتھ جگہ رکھنے کی سادہ سی حقیقت، اس کی محرومی اور اس علیحدگی پر کوئی اثر نہیں ڈالتی جس کا وہ سامنا کرتا ہے۔انہوں نے ملک کے مسلمانوں کی مالی حالتوں، خاص طور پر مختلف او بی سی مسلم لوگوں کے گروپ، جو ہندوستانی ثقافت کے غریب ترین علاقوں میں شمار ہوتے ہیں، کی مالی حالتوں کے بارے میں آزادانہ طور پر قابل رسائی معلومات فراہم نہ کرنے پر ریاست کی چھان بین کی۔ درحقیقت، انہوں نے سچر کمیشن کی ضرورت پر شک ظاہر کیا، اور اس بات کو سامنے لے آئے کہ ریاست کے پاس اس وقت مسلمانوں کے مالی حالات کے بارے میں تسلی بخش معلومات موجود ہیں۔اس کے باوجود ریاست نے مسلم او بی سی کے لیے بہت کم کیا ہے، جیسا کہ یقینی طور پر دوسرے کم درجے کے درجات کے لیے ہے۔(کرشنن:2010)

کرشنن نے اسی طرح مسلم اور عیسائی دلت لوگوں کے گروپ کو درج فہرست ذات کا درجہ دینے سے انکار کرنے پر ریاست کا جائزہ لیا۔انہوں نے 1950 کے صدارتی حکم نامے کی طرف اشارہ کیا جس کے مطابق صرف وہ دلت جو ہندو مذہب کو اختیار کرتے ہیں انہیں ریزرویشن اور ریاست سے مختلف فوائد کے آخری ہدف کے ساتھ درج فہرست ذاتوں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔اس کے بعد، دلتوں میں شامل کرنے کے لیے بدھ مت اور سکھ مت کو بھی شامل کیا گیا۔اس صورت میں، عیسائی اور مسلم دلتوں کی ایک بڑی تعداد اب بھی قانون کے مطابق، درج فہرست ذات کا درجہ حاصل نہیں کرسکی۔اس حقیقت کے باوجود کہ ان کے مالی حالات، اور وہ سماجی واقتصادی اخراج کا وسیع سماج کے ذریعے شکار ہیں، ان دلتوں کی طرح جو ہندو سمجھے جاتے ہیں۔کرشنن نے درخواست کی کہ ریاست دلت مسلمانوں اور دلت عیسائیوں کو درج فہرست ذات کے طور پر سمجھے اور انہیں اس طبقے کے ساتھ ملنے والے تمام فوائد فراہم کرے۔اس کے علاوہ اس نے دلت مسلمانوں اور دلت عیسائیوں کی مالیاتی اور سماجی ریاستوں کو بھی ریکارڈ کرنے کی تشخیص کی ضرورت پر توجہ مرکوز کی، اس مقصد کے ساتھ کہ ان کی کم سے کم کارروائی کی حقیقت کو باضابطہ طور پر سمجھا جائے، جس کی بنیاد پر ریاستی ثالثی کے پروگرام ہوسکتے ہیں۔(کرشنن:2010)

پسماندہ مسلمانوں کی ترقی اور مسائل پر نظر ثانی کے لیے یہ ضروری ہے کہ ریاست ان

مسلم اجتماعات کے لیے غیر معمولی انتظامات کرے جیسا کہ دوسرے دلت اور او بی سی لوگوں کے گروپ کے لیے ہے۔اس بارے میں یہ تجویز پیش کی جا سکتی ہے کہ دلت مسلم لوگوں کے گروپ جنہیں اس وقت او بی سی کے طور پر پہچانا گیا ہے اور انہیں سرکاری ملازمتوں کے لیے دوسرے تمام زیادہ موثر او بی سی لوگوں کے گروپ کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے بنایا گیا ہے، انہیں با اختیار طور پر درج فہرست ذات کے طور پر سمجھا جائے۔

انجمن اصلاح المسلمین کے ظفریاب جیلانی نے منڈل کمیشن کے تحت OBCs کے لیے منعقد ٹیکس دہندگان سے چلنے والی تنظیموں میں 27% رقم کے اندر مسلم OBCS کے لیے ایک مختلف انتظام کی تجویز پیش کی ہے۔انہوں نے دعویٰ کیا کہ اب سے شروع ہونے والے مسلم او بی سی کو زیادہ طاقتور ہندو او بی سی لوگوں کے گروپ کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے موجودہ حصے سے بہت کم فائدہ ہوا ہے۔انڈین انسٹی ٹیوٹ آف دلت اسٹڈیز کے پروفیسر سکھد یو تھورات متبادل انتظام کی پیشکش کرتے ہیں۔ان کا ماننا ہے کہ ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمانوں کو مجموعی طور پر مالی اور سماجی طور پر کم موقع دیا جاتا ہے اور انہیں ریاست کے مالیاتی بہتری کے عمومی منصوبوں میں 'غیر معمولی مراعات' دی جانی چاہیے۔اس کے علاوہ سرکاری پیشوں میں ریزرویشن صرف دلت اور مسلم او بی سی کو دیا جانا چاہیے۔(احمد:2021)

ایک اور سفارش، جو مسلسل توثیق کے ساتھ پوری نہیں ہوئی، اقلیتی کونسل آف انڈیا کے اقبال انصاری نے تجویز کی تھی اور انھوں نے زور دے کر کہا تھا کہ کھلے عام زندگی کے تمام شعبوں میں تمام مسلم لوگوں کے گروپ کے ساتھ بات چیت کی جانی چاہیے۔معاشرے میں اقلیتوں کے حوالے سے ایک پسماندہ طبقے کی میرٹ کو حکومتی پالیسی، تدریسی تنظیموں اور کھلے طبقے کی ملازمتوں میں تحفظات کو بھی شامل کرنا چاہیے۔خواہ وہ امیر طبقہ ہی کیوں نہ ہو۔جہاں تک پیشہ کی خصوصیت ہے، اس درجہ بندی کے اندر ان عہدوں کے لیے ایک ذیلی معیار ہو سکتا ہے جو روایتی طور پر 'بدل' رہے ہیں، ان کی 'ہموار پرت' کو اسی طرح روک دیا گیا ہے۔اگر اس 'رجعت پسند' سے مناسب حریفوں کی عدم رسائی کا واقعہ پیش آئے تو ذیلی شیئر میں باقی پیشکش کو عام مسلمانوں کے لیے قابل رسائی بنایا جا سکتا ہے۔اس موقع پر کہ پورے مسلم لوگوں کے گروپ کو پسماندہ طبقے کے طور پر

ترتیب نہیں دیا جاسکتا، انصاری کا ماننا ہے کہ مسلم او بی سی کو عام OBC گروہ کے اندر ایک مختلف مقداری گروہ جاننا چاہیے۔(انصاری:2016)

اس نظریے کو پٹنہ میں مقیم پسماندہ مسلم محاذ کے علی انور نے چیلنج کیا، جس نے دعویٰ کیا کہ اس سے ہندو اور مسلم او بی سی کے درمیان تصادم ہو جائے گا۔اس نے سفارش کی کہ او بی سی کو دو اجتماعات میں تقسیم کیا جائے، جیسا کہ بہار میں کیا گیا ہے: دیگر پسماندہ طبقات اور سب سے زیادہ پسماندہ طبقات، یہ دونوں مختلف ہندو، مسلم اور مختلف صفوں کو شامل کریں گے جو ان کی کم قیاس کی سطح پر انحصار کرتے ہیں۔انور نے سچر کمیٹی کے بارے میں بھی اپنے شکوک کا اظہار کیا، اس بات کا نوٹس لیتے ہوئے کہ ترقی پسند حکومتوں نے ماضی میں اس طرح کے چند مشاورتی گروپ قائم کیے ہیں لیکن ابھی تک مسلم او بی سی اور دلتوں کے لیے کچھ نہیں کیا گیا ہے اور ان بورڈز کو بنیادی طور پر صرف استعمال کیا گیا جس میں ووٹ چھیننے کی سازشیں، کچھ نہ کرنا اور مسلم ووٹ اکٹھا کرنا سب سے بہترین طریقہ ہے۔(انور:2001)

ہندوستان کے حوالے سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آج او بی سی اور دلت مسلمان مخصوص مسائل کا سامنا کرتے ہیں جنہیں ریاست اور اس کے علاوہ مختلف مسلمانوں کو بھی سمجھنا چاہیے۔ آج دلت اور مسلم او بی سی کی تسلی بخش سیاسی تصویر کشی کی عدم موجودگی کو دیکھنا ضروری ہے جس سے یہ بات سامنے آئے گی کہ پہلی سے لے کر موجودہ لوک سبھا تک، صرف 400 کے قریب مسلمانوں کا انتخاب کیا گیا تھا، جن میں سے صرف 60 کے قریب دلت اور او بی سی مسلمان تھے۔ باقی اعلیٰ مقام سید، شیخ، پٹھان، مغل، ملک اور راجپوت تھے۔ کچھ ایسی ہی صورت حال او بی سی کی نمائندگی مختلف سرکاری کمیشنوں اور روزگار کی تقسیم کے حوالے سے بھی دکھائی دیتی ہے۔

ماہرین سماجیات امتیاز احمد کا یہ ماننا ہے کہ پسماندہ طبقے کے کاروبار میں مالیاتی تحفظات اور پسماندگی کا بھی جائزہ لینا ضروری ہے۔حکومت کی نجکاری پالیسی کے سبب ملازمتیں محدود اور تیزی سے کم ہو رہی ہیں۔اس کے باوجود، او بی سی اور دلتوں کے لیے ریزرویشن ابھی تک ملک میں جمہوریت کو آگے بڑھانے کے لیے ضروری سمجھا جا رہا ہے۔ احمد نے اسی طرح ریاست کی ضرورت پر توجہ مرکوز کی کہ وہ دلت مسلمانوں اور دلت عیسائیوں کو درج فہرست ذات کے طور پر

سمجھے۔انہوں نے دعویٰ کیا کہ متبادل دلت ایسے اقدام کا خیر مقدم کریں گے کیونکہ اس سے ان کی تعداد بڑھے گی اور ان کی سیاسی طاقت بڑھے گی۔لیکن وہ اس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ پھر ایک بار متعدد 'اوپری' درجہ کے ہندو واضح طور پر اس پر پابندی لگا دیں گے، یہ توقع رکھتے ہوئے کہ یہ بہت سے دلتوں کو اسلام اور عیسائیت کی طرف لے جانے پر مجبور کر سکتا ہے۔انہوں نے کہا کہ 'اوپری' طبقے کے مسلم اس اقدام کے خلاف بھی ہوں گے کیونکہ اس سے ان کے قانون سازی کے مسائل کو نقصان پہنچے گا جس کو وہ 'مسلمانوں کی تیار کردہ ہم آہنگی' کہتے ہیں۔(امتیاز:1973)

اس حقیقت کے باوجود کہ سرکاری ملازمتوں میں تحفظات کے مسئلے نے اجتماع میں گفتگو کا فیصلہ کیا، اسی طرح دیگر اہم سوالات بھی مفکرین اور اہلِ علم وسماجی کارکنان کے ذریعہ اٹھائے گئے۔یہ ایک حقیقت ہے کہ سماج میں نچلے طبقے کے مسلمانوں کو سماجی اخراج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔یہاں تک کہ ملک کے کئی حصوں میں ان کے اپنے مخصوص ہم مذہبوں سے بھی۔ جہاں اسلام مساوات کا درس دیتا ہے، ہندوستان میں یہ یکسانیت صرف مسجد کے علاقوں تک محدود ہے۔ مسلمانوں کے درمیان، جیسا کہ ہندوستان میں تمام مختلف گروہوں کی وجہ سے، رشتہ داری کے اتحاد کو منتخب کرنے کا سب سے بڑا عنصر ذات کو بنا دیا گیا ہے۔اس سلسلے میں برہمنی مسلمانوں کو اپنی ذہنیت کو بدلنا ہوگا' اسلام میں اس قسم کے نظریات کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے، مثال کے طور پر، پیدائش کی بنیاد پر اشرف اور ارزل جیسی کوئی تقسیم اسلامی نظریہ پر مبنی نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں مدارس کی جدید کاری کی ضرورت پر بھی توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ مدارس کی تعلیم کا ایک وسیع حصہ مسلم او بی سی اور دلت خاندانوں سے ہے۔مدرسوں میں ملنے والی محدود ہدایات کے نتیجے میں پسماندہ گروہ سے تعلق رکھنے والے خاندانوں کے کاروباری امکانات بھی ہندوستان میں مایوس کن ہیں۔ مسلم او بی سی اور دلتوں کی سیاسی تصویر کشی کا مسئلہ بھی ہندوستان کے حوالے سے ایک اہم مسئلہ ہے۔دوسری طرف پیشہ کی بنیاد پر پسماندہ گروہ جیسے مسلم دھوبیوں کو بھی پسماندہ مسلم گروہ کی فہرست میں شامل کیے جانے کی ضرورت ہے۔مسلمان دھوبیوں کو اسی طرح ریاست کی طرف سے درج فہرست ذاتوں کے طور پر سمجھا جائے، جیسا کہ ہندو دھوبیوں کا معاملہ ہے جن کے ساتھ وہ ایک عام پیشہ اور خاندانی سلسلہ اور مالی حالات میں شریک ہیں۔

نتیجہ:

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ پسماندہ مسلم گروہوں کے لیے ریزرویشن کے سوال پر دو نظریات غالب ہیں، ایک یہ کہ تمام مسلمانوں کے لیے ریزرویشن کا مطالبہ کیونکہ 85% مسلمان دیگر پسماندہ طبقات (او بی سی) کے تحت آتے ہیں اور جو منڈل کمیشن کی سفارشات کے طور پر پہلے ہی ریزرویشن حاصل کر رہے ہیں۔ یہ نظریہ اپنے دلائل کے لیے تین بنیادی بنیادیں فراہم کرتا ہے، اوّل تحفظاتی امتیاز طبقاتی انہیں ذات کے تناظر میں فراہم کیا جاتا ہے۔ دوسری بات مختلف اہل علم وسماجی کارکن یہ دلیل دیتے ہیں کہ ہندوستانی مسلمانوں میں ذات پرستی نہیں ہے، اس لیے معاشی بنیادوں پر تمام مسلمانوں کو ریزرویشن دیا جانا چاہیے۔ تیسرا، تمام مسلمان سماجی اور تعلیمی لحاظ سے پسماندہ، محروم اور مرکزی دھارے سے کنارہ کش ہیں۔ دوسری طرف، دوسرا نظریہ ذات پات کی بنیاد پر ریزرویشن کا پرچار کرتا ہے اور دلیل دیتا ہے کہ پسماندہ مسلمانوں کو ریزرویشن دینا ضروری ہے کیونکہ یہ گروہ مسلم سماج کا پسماندہ اور مظلوم طبقہ ہے اور وہ بنیادی طور پر نچلی ذات کے مسلمانوں کو او بی سی کی فہرست سے خارج کرنے کی دلیل دیتے ہیں کیونکہ وہ ایس سی کی حیثیت میں ہیں۔ ریزرویشن کے مطالبات بنیادی طور پر پسماندہ مسلمانوں کی نمائندگی اور ترقی کے لیے آزادی کے نظریے کا نتیجہ ہیں جو پسماندہ مسلم تحریک کی ترقی کا بنیادی مقصد ہے۔ پسماندہ مسلم تحریک اور اس سے متعلقہ تنظیمیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ مذہب اور شناخت کی سیاست کی ذیلی تفہیم مختلف اہم پہلوؤں میں اشرافیہ سے کس طرح مختلف ہوسکتی ہے جو سیاست کے ساتھ ساتھ علمی وظیفہ دونوں کی فطری ترجمان ہیں۔ مجموعی طور پر مسلمان اس قسم کے مباحث طویل عرصے سے دبائے ہوئے لیکن اب آہستہ آہستہ ترقی پذیر نچلی ذات کے مسلمانوں کی ابھرتی ہوئی جارحیت کو ظاہر کرتے ہیں جو اپنی ذات کو لانے کی کوشش کر رہے ہیں اور جو مسلم اشرافیہ سے مختلف ہے۔ پسماندہ گروپ سے تعلق رکھنے والے پسماندہ مسلم رہنما کمیونٹی کی ترجیحات میں بنیادی تبدیلی لانے کی کوشش کرتا ہے جسے صرف علامتی اور مدعوں سے ہٹ کر کی جانے والی ایک کوشش کے طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔ اس نے صرف ہندو مسلم ناراضگی کو مزید تیز کیا اور ہندوؤں کے ساتھ ساتھ مسلم اشرافیہ دونوں کے مفاد کو پورا کیا ہے۔ یہ ان مسائل کی طرف بھی ہمیں متوجہ کرتا ہے جو غریب ترین غریبوں کی بقا اور زندگی کے امکانات کو سب سے زیادہ گہرائی سے متاثر کرتے ہیں۔

عصری منظر نامے میں جہاں نج کاری اپنے عروج پر ہے جہاں عوامی اخراجات کے ساتھ ساتھ سبسڈی میں بھی کمی ہورہی ہےاور جہاں سرکاری ملازمتوں میں تیزی سے کمی کی جارہی ہے پسماندہ مسلمانوں کے لیے درج فہرست ذات کا درجہ دینے کا مطالبہ بہت بنیادی قدم نہیں ہو سکتا۔تاہم،اس کے وسیع اثرات یقینی طور پر ان کے ممکنہ نتائج میں زیادہ اہم ہیں۔ان تنظیموں کے مطالبات،جیسا کہ وہ بہت ہی محدود ہیں، درحقیقت مسلم سیاسی مکالمے کی شرائط میں ایک بنیادی تبدیلی میں مدد کرسکتے ہیں۔سیکولرازم اورانسانی حقوق پراس کا دباؤ، جسے وہ درج فہرست ذات کی حیثیت سے متعلق موجودہ قانون کی طرف سے مکمل طور پر متاثر ہونے کے طور پر دیکھتا ہے، مسلمانوں کے'قومی دھارے' میں'انضمام' کا مطالبہ،فرقہ وارانہ سیاست سے اس کا لازمی انکار ہے۔اس دوران، پسماندہ مسلمانوں کے لیے ریزرویشن کے معاملے کو آگے بڑھانے کے بجائے،کمیونٹی لیڈروں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ پسماندہ کو خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہےاوران کے منصفانہ حصہ حاصل کرنے کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔تب ہی پسماندہ طبقہ اپنا حق آئینی دائرے میں رہ کر حاصل کرسکتا ہے۔

☆☆☆

REFERENCES

1. Ahmed, Hilal ed. By Anurag Chaubay(2021), The Debate on Caste Census has forgotten Pasmanda Muslims again, Ed. By Anurag Chaubay. The Print.

2. Ahmad, Imtiaz 1967. The Ashraf - Ajlaf Categories in Indo-Muslim Society, Economic and Political Weekly11:887-90

3. Ahmad, Imtiazed.1973. Casteand Social Stratification among the Muslims. Delhi: Manohar Book service.

4. Ahmed, Imtiaz (1967), The Ashraf-Ajlaf Dichotomy in Muslim Social Structure in India, Indian Economic and Social History Review, 3(3):268-278

5. Ahmed, Tausif (2019), 'Pasmanda Muslims:Question of Religion and

Social Justice' in Annihilate Caste, Countercurrents.org

6. Ansari, Ashfaq Hussain(2001), 'Pasmanda Musalmano ke Masa'il'. Centre of Backward Muslims, Gorakhpur, 'Muslim Reservation ka Sach' (The Truth Behind Muslim Reservation) in Hindi, Centre of Backward Muslims of India, Gorakhpur

7. Ansari, Ghaus (1959), Muslim Caste in Uttar Pradesh: A Study in culture contact. Lucknow, 1956, 'Muslim Caste in India', Eastern Anthropologist 9(2):104-111

8. Ansari, A. Iqbal (2016), 'Reservation for Muslims of Backwardness and discrimination' The Milli Gazette, Indian Muslims Leading English Newspaper, Delhi (https://www. milligazette. com/Archives/ 004/ 16-30 Nov04-Print-Edition/163011200463.htm)

9. Ansari, Khalid Ahmed (2019), India's Muslim Community under a churn:85% backward Pasmandas up against 15% Ashrafs. The Print (https://theprint.in/opinion/indias-muslim -community- under-a-churn-85 -backward-pasmandas-up-against-15-ashrafs/234599/)

10. Engineer, Asghar Ali (2004), 'Reservation for Muslims' Economic and Political Weekly, Vol.39, Issue No. 36

11. Krishnan, P.S. (2010), 'Understanding the Backward Classes of Muslim society', Economic and Political Weekly, 45(34), 46-55

12.Krishnan, P S. "Reservations for Muslims in India: A Step for Inclusive Development." Economic and Political Weekly 47, no. 33 (2012): 60-65. http://www.jstor.org/stable/41720040.

13. Sikand, Yoginder (2005), 'Muslim Dalit and OBC Conference: A Report', The Milli Gazette, Indian Muslims leading English Newspaper, Delhi (https://www. milligazette.com/Archives/ 2005/01-15July05-Print-Edition/011507200566.htm)